



ہم کہ آزاد قوم ہیں

مفتی منیب الرحمن

الحمد للہ علیٰ احسانہ! ہم ایک آزاد قوم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک آزاد اور خود مختار وطن کی نعمت سے نوازا ہے۔ ہمارا اپنا ایک دستور اور ایک نظام ریاست و حکومت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے وطن عزیز کو ایک غیر معمولی محل وقوع سے نوازا ہے، اس لیے دنیا کی بڑی طاقتیں پاکستان کو یکسر نظر انداز نہیں کر سکتیں۔ ہم دنیا کی ساتویں اور مسلم ممالک کی پہلی ایٹمی قوت ہیں۔ ہمارے مایہ ناز ایٹمی سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا دعویٰ ہے کہ ہماری ایٹمی اور میزائل ٹیکنالوجی ہمارے حریف ملک بھارت سے بہتر اور برتر ہے۔ ہم کافی حد تک اپنے لیے دفاعی سامان حرب تیار کر رہے ہیں اور برآمد بھی کر رہے ہیں۔ ہم چین کے اشتراک سے JF17 تھنڈر فائٹر جیٹ بنا رہے ہیں، ہم نے ”الخالد“ اور ”الضرار“ ٹینک بھی بنایا ہے۔ پاکستانی فوج افرادی قوت کے اعتبار سے دنیا میں ساتویں نمبر پر ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ پیشہ ورانہ تربیت، عزم و حوصلے، جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے اعتبار سے ہم اپنے حریف ملک کے مقابلے میں بہت آگے ہیں۔ ہماری قوم ذہانت کے اعتبار سے بھی مسلم ہے، امریکی اور مغربی ممالک میں ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ باعزت شعبوں سے وابستہ ہیں، ہمارے نوجوان عزم، ولولہ اور ذہانت سے معمور ہیں۔

ہمارے وطن عزیز میں موسموں، پھلوں، زرعی اجناس، ریگستانوں، زرخیز نہری و بارانی زمینوں اور بلند و بالا پہاڑوں کے اعتبار سے کافی تنوع ہے۔ ہمارے وطن عزیز میں اگر مکمل امن و امان قائم ہو جائے اور آمد و رفت کے ذرائع ترقی یافتہ ممالک کے معیار پر آجائیں، ہوٹلنگ کی صنعت ترقی یافتہ ہو جائے، تو ہمارے ملک کے بہت سے علاقے بالخصوص سوات، ہزارہ، آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات سیاحوں کے لیے انتہائی پرکشش ہیں۔ ہمارا نہری نظام بہت اچھا ہے، ہمارے زرعی اجناس بالخصوص کپاس، چاول اور پھلوں کو جدید طریقوں سے پروسس کر کے ویلیو ایڈڈ بنایا جائے، تو ہم کافی زرمبادلہ کما سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں موسم اور زمینی حالات مویشی بانی کے لیے بہت سازگار ہیں، ہم اپنی داخلی ضرورت پوری کر کے بڑے پیمانے پر برآمد بھی کر سکتے ہیں، برآمد کنندہ کو مویشی فراہم کرنے والے ایک تاجر نے بتایا کہ مشرق وسطیٰ، ایران اور افغانستان میں ہمارا گوشت زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ اگر ان شعبوں کو ریاستی اور حکومتی سرپرستی حاصل ہو تو ہم کافی ترقی کر سکتے ہیں، کیونکہ اب یورپی ممالک میں کیمیاوی غذاؤں کے سبب انڈوں میں بھی کیڑے نکل رہے ہیں۔ ہمارے حریف ملک بھارت نے کمپیوٹر کی سافٹ ویئر انڈسٹری کو کافی ترقی دی ہے، بالخصوص بنگلور اس کا بہت بڑا مرکز ہے، اگر ہمارے نوجوانوں کو جدید کمپیوٹر سافٹ ویئر کی تربیت دی جائے، سہولتیں فراہم کی جائیں تو ان شعبوں میں بھی ہم کافی ترقی کر سکتے ہیں، نادرا سافٹ ویئر اسی شعبے میں ہماری مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں موٹرویز کے اعتبار سے اب ہم کافی آگے نکل چکے ہیں اور سی پیک کی تکمیل کے

بعد شاید سرفہرست آجائیں۔ الغرض پاکستان میں امکانی استعداد اور مواقع بہت ہیں۔ کاش کہ ہم ان سے پوری استعداد کے مطابق فائدہ اٹھاسکیں۔

ہمارے منفی پہلو بھی بہت ہیں، ہم اگرچہ جسمانی اور جغرافیائی طور پر آزاد ہیں، لیکن ذہنی و فکری آزادی اور معاشی خود کفالت کی معراج تا حال حاصل نہیں کر پائے۔ ہمارے ہاں دستوری و جمہوری نظام کا تسلسل نہیں رہا، ہم ہمیشہ شکست و ریخت سے دوچار رہتے ہیں، ہم وقفے وقفے سے فوجی حکمرانی اور جمہوریت کے تجربات کرتے رہتے ہیں، لیکن بحیثیت قوم ہمارے مزاج میں قرار و سکون اور استقلال نہیں ہے، ہم چند سالوں میں ایک طرح کے نظام سے بیزار ہو جاتے ہیں، تبدیلی کی خواہش کرنے لگتے ہیں اور پھر اس تبدیل شدہ ڈھانچے سے بھی جلد اکتا جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کے لیے ہم پر اعتماد کرنا دشوار ہے، دنیا کو پتا نہیں کہ ہمارا آنے والا کل کیسا ہوگا، لہذا ہم سے دیر پا معاملات کرنے میں انہیں دشواری ہے۔ ہم نے امریکہ اور یورپ کو شروع ہی سے دوست بنایا، سیٹو اور سینٹو ایسے معاہدات میں امریکہ کے طفیلی بن گئے، اس کے نتیجے میں ہم امکانات سے پورے فوائد نہ اٹھا سکے اور امریکہ اور مغرب پر انحصار نے ہمیں مکمل خود کفالت سے محروم رکھا۔ اب بھی ہم دہشت گردی میں امریکہ کے اتحادی اور نیٹو کے غیر رکن حلیف ہیں۔ لیکن حال یہ ہے کہ نہ امریکہ اور اہل مغرب کو ہم پر اور نہ ہمیں ان پر اعتماد ہے، لہذا اقوام عالم کے ساتھ اپنی فرتوتوں اور دوستیوں کو نبھانے کے لیے ہم بے اعتمادی کی تہی ہوئی نازک رستی پر چل رہے ہیں۔ کبھی وہ ہمیں پیار چکار سے نوازتے ہیں اور کبھی اپنی اطاعت سے روگردانی کی صورت میں دھونس، دھمکی اور بدتر نتائج سے ڈراتے ہیں۔

بھارت تو ہمارا روز اول سے دشمن ہے، کشمیر کا تنازعہ دونوں کے درمیان دائمی وجہ نزاع ہے اور اس کے فوجی حل کے بظاہر آثار نہیں ہیں اور پر امن حل کے لیے کسی قیمت پر بھارت تیار نہیں ہے۔ ماضی میں بھارت امریکہ سے دور اور سوویت یونین کے نہایت قریب تھا۔ بحیثیت مجموعی بھارت کا اسلحہ روسی ساخت کا تھا، جزوی طور پر مغربی اسلحہ بھی اس کے ذخیرے میں رہا۔ لیکن اب چین کا حریف، بڑی معیشت اور بڑی مارکیٹ ہونے کی وجہ سے وہ امریکہ اور مغرب کا منظور نظر ہے۔ امریکہ ہمارا حلیف ہونے کے باوجود ہمیں F16 جیٹ فائٹر اور دیگر جدید اسلحہ دینے پر تیار نہیں ہے، جب کہ بھارت کو وہ یہی اور اس سے بھی جدید اسلحہ ٹیکنالوجی سمیت فروخت کرنے کے لیے تیار ہے۔ طالبان کے دور کے علاوہ افغانستان سے ہمارے تعلقات کبھی خوشگوار نہیں رہے، اس کا جھکاؤ ہمیشہ بھارت کی طرف رہا ہے۔ ایران سے بھی ہمارے اقتصادی تعلقات کبھی اعلیٰ سطح کے نہیں رہے اور نہ ہی دو طرفہ تجارت کا حجم معتد بہ سطح تک پہنچ پایا، لیکن اب ہم ایران کے ساتھ تناؤ اور بے اعتمادی کے دور سے گزر رہے ہیں اور متحدہ عرب امارات سے بھی پہلے جیسے تعلقات نہیں ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں سعودی عرب کا ایران و شام اور اب قطر کے ساتھ تناؤ انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے اور اس کی وجہ سے ہماری پوزیشن ڈانواں ڈول ہے، جب کہ بھارت بیک وقت باہم متصادم اور محاذ آراء ان ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو اعلیٰ سطح پر قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس کے برعکس سعودی عرب کا ہم سے علاقائی یا غیر علاقائی مطالبہ ہے کہ ایران کو چھوڑ کر ہمارے کمپ میں آجاؤ، جبکہ ہم اس مطالبے پر پورا اترنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، کیونکہ ایران ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے اور اسے ہم پر اعتماد بھی نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم ”فریاد امت“ میں جو کچھ لکھا ہے، آج ہم اس کا مصداق ہیں:

رند کہتا ہے ولی مجھ کو، ولی مجھے سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیراں ہوں میں

زلمہ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مُشرَب کوئی سمجھا ہے کہ شیدائے حسیناں ہوں میں ظاہری ٹھہراؤ کے باوجود داخلی طور پر ہم معاشی عدم استحکام، سیاسی افراتفری اور اضطراب کے دور سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے جمہوری نظام میں شامل سیاسی رہنماؤں کے درمیان نفرتیں انتہا پر ہیں، ایک دوسرے کی بے توقیری اور تحقیر و تضحیک اُن کا من پسند مشغلہ ہے، ہر ایک جزوی طور پر اقتدار میں حصہ دار بھی ہے اور اختلاف کے دبدبے سے بھی لطف اندوز ہو رہا ہے، ریاستی اداروں کے درمیان باہمی اعتماد کا فقدان ہے اور ہم یہ سوچ کر حیران ہیں کہ انہیں حالات کی نزاکت اور گرد و پیش کی حساسیت کا ادراک کیوں نہیں ہے، ان حالات میں میر تقی میر کے یہ اشعار ہمارے سیاستدانوں کے حسب حال ہیں:

پتا پتا ، بونا بونا ، حال ہمارا جانے ہے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے مہر و وفا و لطف و عنایت، ایک سے واقف ان میں نہیں اور تو سب کچھ طنز و کنایہ رمز و اشارہ جانے ہے وزارت عظمیٰ سے معزولی کے بعد جناب نواز شریف نے سیاستدانوں کے درمیان قومی امور پر ”وسیع تر مکالمے“ کی بات کی ہے، لیکن اب اس کا وقت گزر چکا ہے، وہ اگر چہ حال ایک مقبول سیاسی رہنما ہیں، تاہم سیاستدانوں کے درمیان قابل قبول نہیں ہیں، ان کے سیاسی حریف تو موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے بیتاب ہیں، داغ دہلوی نے کہا تھا:

پھرے راہ سے وہ، یہاں آتے آتے اُجھل مر رہی تو کہاں آتے آتے نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی بہت دیر کی مہرباں آتے آتے جناب نواز شریف کے لیے وسیع تر مکالمے کا بہترین موقع وہ تھا، جب وہ برسرِ اقتدار تھے، اپنے پندار نفس کے حصار سے باہر آتے اور خود چل کر ناراض سیاستدانوں کے پاس جاتے، گوہر مقصود ہاتھ آتا یا نہ آتا، ان کے بڑے پن کا ایک مظاہرہ قوم یقیناً دیکھ لیتی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے کہا ہے:

فروتن بود ہوشمند گزریں نہد شاخِ پُر میوہ ، سر بر زمین ترجمہ: ”دانا شخص عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے اور درخت کی جوشاخ پھلوں سے لدی ہو، وہ زمین تک جھکی ہوتی ہے۔“ الغرض انہوں نے اس کا موقع گنوا دیا۔ شاید یہ ہمارا قومی مزاج ہے کہ عقل اسی وقت ٹھکانے آتی ہے، جب ابتلا سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو بڑی جماعتوں کے درمیان ”بیثاق جمہوریت“ طے پایا، اُس وقت وہ دونوں ابتلا میں تھیں، مگر جب محترمہ بے نظیر بھٹو کا موقع ملا تو انہوں نے دوسرے فریق کو اعتماد میں لیے بغیر این آرا کر دیا اور پھر پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں جناب نواز شریف نے بھی میموگیٹ اور جناب سید یوسف رضا گیلانی کی نااہلی کے موقع پر ایسی ہی بے اعتمادی کا مظاہرہ کیا تھا، وہ آج اس پر ندامت کا اظہار کر رہے ہیں، لیکن وقت گزر چکا ہے، وقت کسی کے لیے رکتا نہیں ہے، میر حسن دہلوی نے خوب کہا ہے:

سدا عیشِ دوراں دکھاتا نہیں گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ہو سکتا ہے کہ آج جو سیاسی رہنما جناب نواز شریف کی معزولی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، وہ بھی بعد میں اس پیشکش کو ٹھکرانے پر پچھتائیں، مشہور کہاوت ہے: ”اب پچھتائے کیا ہو تو، جب چڑیاں چُک گئیں کھیت۔“

(روزنامہ دنیا، 15 اگست 2017ء)